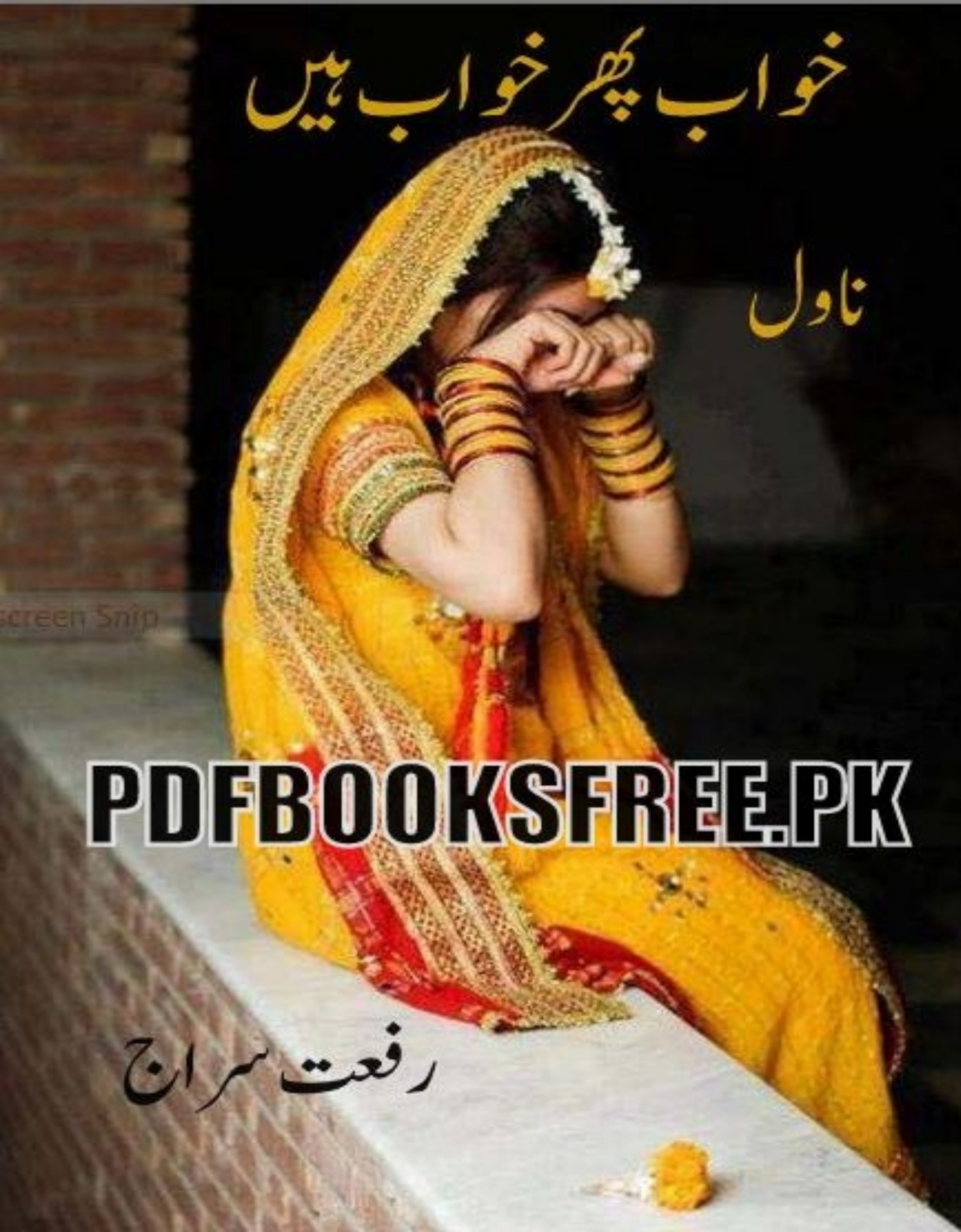
خواب پھر خواب ہیں
ناول
PDFBOOKSFREE.PK
رفعت سراج

خواب پھر خواب ہیں

از

رفعت سراج

اسکیچنگ: ایچ مطہرہ

معاملہ کچھ اتنا عجیب وغریب تھا کہ عقل کام نہیں کرتی تھی کہ مجھے تو اپنے بھائی میاں بھی جان سے زیادہ عزیز تھے اور چھوٹے ماموں بھی۔

میرے دو ہی بھائی ہیں۔ ان کے بعد میرا نمبر ہے۔ میرے بعد مجھ سے چھوٹی ملیحہ کا۔ ہم دونوں کو بھائیوں اور ماموں کی شادی کا اتنا ارمان تھا کہ شاید ان تینوں کو بھی نہ ہو۔

سامنے بنگلے میں نئے لوگ آئے تھے۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں۔ بلا کی حسین، قابل رشک، صحت مند اٹھان والی۔ مہ پارہ جنہیں سب پارو باجی کہنے لگے تھے۔ ان سے چھوٹی سارہ جو تقریباً میری ہم عمر تھی۔ ان لوگوں کا آنا جانا ہوا تو عادات واطوار ذات پات کے پردے ہٹے۔ ہم ماں بیٹیاں جو جوتے چٹخا چٹخا کر بیزار ہو چکی تھیں ان پر مر مٹیں۔ ابھی یہ بات دل ہی میں تھی کہ بھائی میاں نے دبی زبان میں امی جان سے فرمایا کہ وہ بڑی پر پوری جان سے فریفتہ ہو چکے ہیں (کہا تو بیچاروں نے بڑے سادہ انداز میں تھا) مگر انداز کچھ یہی تھا۔ ہم تو بہت خوش ہو۔

بھائی میاں تو چھوٹے ماموں کے ساتھ کار لے کر اڑ گئے۔ دونوں ماموں بھانجے میں دانت کاٹے کی دوستی تھی۔ چھوٹے ماموں بھائی میاں سے ڈیڑھ برس بڑے تھے۔ بلا کی ذہنی ہم آہنگی۔ این ایڈی یونیورسٹی میں بھی دونوں آگے پیچھے گئے۔ دونوں کے پاس الیکٹرونکس کا مضمون تھا۔ شام کو ہمیشہ باہر نکلتے تھے۔ جوتا ہمیشہ چاند رات کو پہنتے تھے۔ امی جان بڑبڑاتی رہتی تھیں۔ فالتو پیسے ہیں خواہ مخواہ لٹا کر آتے ہیں۔ عید کے روز دونوں ایک کمرے میں بنتے سنورتے تھے۔ دونوں ہی بلا کے شوقین مزاج ہی۔ ایک دوسرے پر پھبتیاں کسنا، چھیڑ خانیاں کرنا۔ ایسے ایسے مذاق کرتے کہ دوسرے مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ شیر جیسا چوڑا چکلا جسم اس پر غضب کی ڈریسنگ۔ بالوں کے اسٹائل امی جان تو نظر بھر کے دیکھتی بھی نہیں ہیں۔

چھوٹے ماموں کی پیدائش کے چھ ماہ بعد نانی جان مکان ابدی میں جا بسیں۔ تو ہمکتے ماموں خالہ صاحبہ کی گود میں آگئے۔ جو سترہ برس کی بیاہی ہوئی تھیں۔ اور ایک بیٹی کی ماں تھیں۔ امی جان کا بھی سولہ کا سن لگا تھا۔ سگے ماموں کے ہاں نکاح ہوا تھا۔ نانی جان کے انتقال کے بعد نانا جان نے فوراً رخصتی کر دی۔

امی سے چھوٹے عاصم ماموں ان دنوں آٹھویں میں پڑھ رہے تھے۔ چھوٹے ماموں کو ویسے بھی ان کے بڑے کہتے کہ وہ ہمارے نانا نانی کے بڑھاپے کی بھول ہیں۔ نانی جان ہزار کہتی تھیں کہ تیرہ برس کی بیاہی گئی تھی۔ بڑھاپا نگوڑا کہاں سے آمرا۔ مگر سب موقع ملتے ہی ان سے ٹھٹھول کرنے سے باز نہ آتے تھے۔ آہ میری ان دیکھی نانی جان۔۔۔

خالہ صاحبہ کا سسرال پنڈی میں تھا۔ کراچی وہ خالو صاحب کی ملازمت کی وجہ سے مقیم تھیں۔ کرا کا گھر تھا۔ ماں کے مرنے کے بعد باپ کے کہنے پر چھوٹے ماموں کی وجہ سے بھی میکے آبسیں۔ یوں فردوس بجیا اور ماموں کی ساتھ ساتھ پرورش کی۔ یہی وجہ تھی کہ چھوٹے ماموں کو وہ اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے بلکہ فردوس بجیا اسد بھائی ہمد بھائی پر فوقیت دیتی تھیں۔

فردوس بجیا صرف چار پانچ ماہ بڑی ہیں۔ مگر چھوٹے ماموں کو چھوٹے ماموں ہی کہتی ہیں۔ مگر رعب خوب جماتی ہیں۔ چھوٹے ماموں تو لوگ انہیں اس طرح کہتے ہیں گویا ان کا پیدائشی نام ہو۔

رہے بھائی میاں سے چھوٹے یعنی ہمارے عرفان بھائی بیچارے بڑی ایمانداری سے ڈاکٹری پڑھ رہے ہیں۔ اب تو خیر پریکٹس پر ہیں۔ جتنے خوبصورت ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ سنجیدہ ۔عید کے روز امی جان خصوصی طور پر سارا کو سامنے لائیں۔ اور شارہ کر دیا کہ اسے تمہارے لیے پسند کرتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ بلیو جھلمل کرتے کرتے پائجامے اور چوڑے دوپٹے میں سارہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ میرا بس نہ چلا فورا بھابھی بنا لیتی۔ (تصوراتی تو بنالی تھی) حسن کا کرشمہ تھا کہ نصیب کی بات عرفان بھائی جیسے، مفتی مولوی نے اثبات میں گردن ہلانے میں دیر نہیں لگائی۔

امی جان نے اشارے کنایوں میں واضح تو کر دیا تھا کہ وہ لڑکیوں کو اس نظریے سے پسند کرتی ہیں۔ اپنی بڑی بہن کے مشورے کے بعد ان کے ہمراہ باقاعدہ رشتہ مانگیں گے۔ اسی وجہ سے پارو اور سارہ اب شاذونادر ہی آتی تھیں۔ چھوٹے ماموں کوئٹہ گئے ہوتے تھے۔ بھائی میاں کے دن بور گزر رہے تھے۔ آتے جاتے جھلاتے۔

یار چھوٹے ماموں چیک کر ہی رہ گئے۔ حد ہوگئی۔

عرفان بھائی کے پاس جاتے۔ یار میری چھٹیاں ہیں بوریت ہو رہی ہے۔ چلو ذرا پرنس ہو آتے ہیں۔ بنا کلفی لطف ہی نہیں آتا۔

عرفان بھائی زاہد خشک کا سا جواب دیتے۔ بھائی میاں مجھے تو آج اپنے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ڈاکٹر اظفر کے ہاں ضروری کام سے جانا ہے۔

میں پیچھے سے ٹکڑا لگاتی۔

بھائی میاں پارو کو لے جائیں۔

وہ گھوم کر مجھے خشمگیں نظروں سے گھورتے مگر مجھے سو فیصد یقین ہوتا کہ سارے راستے جھومتے جائیں گے۔ نام ہی ایسا لے دیا تھا میں نے۔

خالہ صاحب ایک روز آئیں تو امی جان نے بات کی۔ بہت اچھی لڑکیاں ہیں۔ آپ نے تو دیکھی ہیں ناں؟

خالہ صاحب چپ سی ہوگئیں۔

عائشہ پارو کے لیے تو میں بھی سوچ رہی تھی۔

آپ۔۔۔؟ امی جان اور میں دونوں حیران ہو کیونکہ اسد اور صمد کافی چھوٹے تھے۔

ہاں۔۔۔نواز کے لیے۔۔۔ (یعنی چھوٹے ماموں کے لئے)

اس مرتبہ امی جان چپ ہوگئیں۔ پھر گویا ہوئیں۔

باجی آپ تو سوچ رہی تھیں۔ مجھے تو خود عثمان (بھائی میاں) نے کہا ہے۔ عرفان سے میں نے خود بات کی تھی۔

تو ایسا کرتے ہیں۔ پارو، نواز کے لیے مانگ لیتے ہیں۔ اور سارہ عثمان کے۔۔۔

بہت عجیب بات ہے اب باجی جبکہ عثمان نے خود اپنے منہ سے پارو کے لیے کہا ہے۔ اسے وہ ممانی کی صورت می کیسے قبول کر سکے گا۔ اب یہ باتیں لڑکوں کے کانوں میں پڑ چکی ہیں۔ اور نواز کے لیے تو آپ طاہرہ خالہ کی بیٹی کے لیے کہہ رہی تھیں۔

امی جان کا لہجہ سنجیدہ ہو گیا۔

وہ تم میں کہہ رہی تھی۔ نواز کی کیا خبر تھی۔

کیوں اسے کیا ہوا۔۔۔؟ امی جان کے ترپائی کرتے ہاتھ رک گئے۔

وہ بھی پارو کے لیے کہہ رہا ہے۔

ہائیں۔۔۔ میں لرز گئی۔ امی سن رہ گئیں۔

اب بھلا ہمارے فرشتوں کو بھی کیا خبر تھی۔

تو اب تو خبر ہو گئی۔۔۔؟ خالہ صاحب نے امی کا چہرہ بغور دیکھا۔

مگر اب دیر ہو گئی ہے۔ اب تو ان لوگوں پر بھی سب کچھ عیاں ہے۔ کیا کہیں گے کہ کیا تماشہ ہیں ہم لوگ۔

کوئی کچھ نہ کہے گا۔ بیکار کا وہم ہے۔

باجی میں نے آپ کو ایک ایک بات بتا دی ہے۔ اس پر بھی آپ۔۔۔

اسے چھوڑو عائشہ لاکھ تمہارا وہ بھی بھائی ہے۔ مگر تمہیں اتنی نہ ہوگی جتنی مجھے ہے۔ اولاد سے بڑھ کر سمجھتی ہوں۔ میں تمہاری جگہ ہوتی تو ذرا اگر مگر نہ کرتی۔

مگر باجی بچے جو ایک دوسرے یک لیے سوچ چکے ہیں کیا منہ رکھیں گے سامنا کرنے کا ایک دوسرے کا۔

غلطی تمہاری ہی ہے کیوں وقت سے پہلے بچوں کے سامنے تذکرہ کیا۔۔۔؟ تمہیں تو آج تک بھائی کی آئی ہی نہیں۔۔۔ ایک مرتبہ تم سے کہا تھا کہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ کچھ دنوں کے لیے آ جاؤ۔ بچوں کے پاس ذرا نواز کی بھی طبیعت اچھی نہیں تھی۔ مگر تم نے کیسا کورا جواب دیا تھا کہ تم خود بیحال ہو۔۔۔

غلط تو نہیں کہا تھا۔ ان دنوں عرفان ہونے والا تھا۔ بلڈ پریشر نے عاجز کر دیا تھا۔ سارے ہاتھ پیروں پر ورم تھا۔ جھک کر پاؤں کی جوتی تو ٹھیک نہیں کر سکتی تھی۔ بچے کیا سنبھالتی عثمان خود دادی کے پاس رہتا تھا۔ آپ کو ساری بات کا پتہ ہے۔ پر بھی آپ ہزاروں مرتبہ مجھے اس بات کا طعنہ دے چکی ہین۔ امی جان کی آواز بھرا گئی۔۔۔ (ہا میری سادہ سی ماں)۔

تمہیں خود گوارا نہیں کہ پریاں سی لڑکیاں گنوا دو۔

خالہ صاحبہ اپنے تیکھے مزاج ک وجہ سے جلد برہم ہو جاتی تھیں۔ خالہ جان چلی گئیں مگر ماحول بہت کھنچا کھنچا سا کر گئیں۔

امی نے ہمیشہ کی سی دوستانہ فضا میں ابا جی اور بھائیوں کے سامنے معاملہ رکھ دیا۔ ابا جی نے کہا کہ میں کیا بولوں۔ ایک تمہارا بھائی ہے۔ دوسرا بیٹا، وہ تو بری الذمہ ہو گئے۔

urdunovels.net

بھائی دونوں خاموش رہے۔

مگر علیحدگی میں بھائی میاں نے ازخود درشتگی سے کہا۔ پہلے میں کہہ چکا تھا۔ امی جان آپ سے۔۔۔

لڑکی نہ ہوئی ریلوے کا ٹکٹ ہوگیا۔ کہ پہلے میں آیا تھا مجھے مل گیا۔ اور بڑی مصیبتوں سے ملا کہ کسی بھی قیمت پر دوسرے کو دینے پر تیار نہیں۔

مگر بیٹا۔

اگر مگر کچھ نہیں امی جان اگر ایسی کوئی بات تھی تو چھوٹے ماموں کو چاہیے تھا کہ مجھے بتا دیے۔

ایک ہی دفعہ تو ان کا سامنا ہوا تھا پارو سے پچھلی عید پر۔۔

بیٹا۔۔ وہ سارہ۔۔

اسے تو آپ نے عرفان کے لیے منتخب کیا تھا۔ انہوں نے حیران نظروں سے ماں کو دیکھا۔

تو کیا ہوا۔۔؟

آپ کے لیے کچھ نہیں ہوا۔ جس لڑکی کو وہ ہونے والی بیوی کی نظر سے دیکھ چکا ہے۔ اسے میں بیوی بنالوں۔ آپ کے لیے کچھ ہوا ہی نہیں۔۔۔ آخری الفاظ انہیں بڑبڑاہٹ کے انداز میں ادا کرنے پڑے۔

کیونکہ مجھ پر نگاہ پڑ گئی تھی۔

مجھے پارو پسند ہے۔ انہوں نے یہ جملہ اس طرح کہا جیسے کہہ رہے ہوں کیا امی جان میں اس لڑکی پر سو جان سے عاشق ہوں، ہزار جان سے مرتا ہوں، شاید پاس ادب تھا۔ ورنہ جملوں کی تو راشن بندی نہیں تھی۔ امی جان تو بزرگی سے کافی دور تھیں۔ دیکھنے والے ایک نظر میں عرفان عثمان کی بڑی بہن ہی سمجھتے تھے۔ جب ہی بھائی میاں اتنی باتیں بھی کر گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد امی جان سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

پتہ چلا چھوٹے ماموں کوئٹہ سے واپس آ گئے۔ ہم ماں بیٹیاں راہ تکتی رہیں۔ وہ نہ آ کر دیے۔

امی اور ملیحہ تو کوئی مرتبہ رو دیں۔ میرا دل مردوں سے ملتا جلتا ہے۔ لہٰذا میں مضبوط رہی۔

شام کو خالہ جان فردوس باجی کے ہمراہ پھر آن دھمکیں اسی طمطراق سے۔

جانے کیا کیا باتیں ہوئیں۔ جب میں چائے لے کر گئی تو خالہ صاحبہ کہہ رہی تھیں۔

سوچنے کی کیا بات۔۔۔ سیدھے سبھاؤ میرے ساتھ نواز کا رشتہ لے کر چلو۔۔

عثمان نہیں مانتا۔۔۔

خواہ مخواہ تم نے اولاد کو سر پر چڑھایا ہے عائشہ مانے گا کیسے نہیں۔

باجی رشتوں کی نزاکت کا بھی تو خیال کریں ناں۔۔

تو تم کیوں نہیں کر لیتیں خیال۔۔ انہوں نے پاندان کھول کر کلیاں جھانکیں۔

بات بھی تو انصاف کی ہے۔ پہلے ہی ہمارے ہاں ان بچیوں کے رشتے کی باتیں ہونے لگی تھیں۔ ضرور نواز کے کانوں میں بھی پڑک ہوں گی۔

اے ایسا چھچھورا نہیں ہے نواز۔ خوب انصاف کی سوجھی۔ اندھا بانٹے ریوڑیاں اپنوں اپنوں

کو۔۔۔بھائی بھائی ہے، بیٹا تو ہے نہیں۔تم ماں ہو ہزار طریقوں سے اپنی بات منوا سکتی ہو۔

بیٹے کا طعنہ نہ دیا کریں۔کیا کلیجہ چیر کر دکھاؤں کہ کتنا عزیز ہے۔اس سیپو چھیں کیا کیا نہیں میں نے مانی کو سمجھایا۔امی جاروہانسی ہوگئیں اور میری طرف اشارہ کیا تو میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

خالہ صاحبہ بڑی رعب داب والی ہیں۔امی جان کیا سب ہی ان سے دبتے ہیں۔

تو پھر چل رہی ہو نواز کے رشتے کے لیے۔انہوں نے پان کپیتے کا ایک کونہ موڑ کر دیتے ہو پوچھا۔

عثمان سے بات کرلوں۔

خالہ صاحبہ پھر بھڑک اٹھیں۔عثمان بیٹا ہے تمہارا۔پوچھنا ہے تو خصم سے پوچھو۔۔۔

وہ کچھ نہیں کہتے۔چھوڑیے باجی نواز کا رشتہ لے جایئے۔میں دونوں بچیوں سے دستبردار ہوتی ہوں۔بھری پڑی ہیں زمانے میں لڑکیاں۔امی روکھے لہجے میں کہہ کر پاؤں لٹکا کر چپل ڈھونڈنے لگیں۔

اری پگلی تم خود سوچو۔۔۔عاصم بیوی بچوں یولے کر کویت میں سب بھول بیٹھا ہے۔ابا میاں ضعیف ہیں۔ماں ہمارے سر پر نہیں،نواز کا کرنے والا کون ہے۔ہم دونوں کے سوا۔

خالہ صاحبہ امی جان کو روٹھتے دیکھ کر۔بڑے شفیق لہجے میں دلار سے بولیں۔

امی جان چپ رہیں۔خالہ صاحبہ وار فردوس باجی دوپہر کا کھانا کھا کر واپس چلی گئیں۔مگر امی جان کو مستقل سوچوں میں غرقاب کر گئیں۔ابا جی سارا ماجرا سن کر بولے۔

چلو نواز ہی سہی۔

مگر بھائی میاں نے تو انا کا مسئلہ بنا لیا تھا۔بولے۔

میں چھوٹے ماموں کو پارو کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا تھا۔

چھوٹے ماموں بولے۔اس نے مجھے سارہ کے بارے میں بتایا تھا۔

پیغام رساں کے سامنے بھائی میاں بھڑک اٹھے۔

لاحول ولاقوۃ۔پارو اور سارہ کے نام ہم قافیہ بھی نہیں کہ سماعت کی کسر نکل آ۔

ایسے جنگ وجدل ہم نے پوری زندگانی میں نہیں دیکھے تھے۔اپنے چاندان میں وہ بھی عورت کے پیچھے۔

ہمارے مفتی مولوی صلح جو امن پسند بھائی آگے بڑھے۔

چھوڑیں بھائی میاں دونوں پر خاک ڈالیں۔(لو بھئی انہوں نے تو خاک ہی ڈال دی)۔

جی نہیں۔۔۔حق دار کو حق ملنا چاہیے۔چھوٹے ماموں نے میرے معاملے میں قدغن لگا کر سخت نازیبا حرکت کی ہے۔انہوں نے چھوٹے بھائی کی ڈالی ہوئی خاک پھر اڑا دی۔

بڑے خالو تھوڑی دیر بعد واپس چلے گئے۔پورے ایک ہفتہ بعد خالہ صاحبہ صمد کے ہمراہ آن وارد ہوئیں۔

اوئی کیا مت ماری گئی ہے ہماری جھا تک بھر بچیوں کے پیچھے دل میلے کرتے پھریں۔نواز بولا

باجی می نے نام رکھا تھا انتخاب کو، عاشقی کا اعتراف تو نہیں کیا تھا۔ آپ خواہ مخواہ آپا جانی پر برہم ہو گئیں۔ سو منتوں سے مجھے بھیجا ہے۔ اس نے۔

خو کیوں نہیں آیا۔ کمینے کو اتنے دن ہو گئے۔ کوئٹہ سے آئے ہو شکل نہیں دکھائی۔ امی چھوٹے ماموں کو یاد کر کے رو پڑیں۔ واقعی ان کے گھر میں داخل ہوتے ہی در و دیوار مسکرا اٹھے تھے۔

اسکالرشپ ملا ہے ناں اسے، باہر جانے کی تیاریوں میں لگا ہوا ہے۔ وہاں سے آ گا تو تبھی شادی کریں گے اس کی۔۔۔

باہر۔۔؟ امی کو جیسے دھکا لگا۔

کورس پورا کرے آ جا گا۔ دونوں باتوں میں لگ گئیں۔

میرا دل تڑپ رہا تھا۔ چھوٹے ماموں کو دیکھنے کے لیے۔ میں خالہ صاحبہ کے ہمراہ گھر آ گئی۔ سیڑھیاں پھلانگ کر ان کے کمرے میں پہنچی۔ تو وہ کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔

مجھے دیکھ کر مسکرا۔ سفید کرتے پاجامے میں۔۔ آستینیں چڑھا انتہیا پیارے لگ رہے تھے۔ میں اپنے ماموں پر نثار سی ہو گئی۔

اتنے دنوں سے گھر کیوں نہیں آ؟

بس پڑھائی میں الجھا ہوا تھا۔ آخر سمسٹر تھا ناں پچھلے دنوں۔ وہ ایک انجینئرنگ کالج میں میتھ پڑھا رہے تھے۔

پہلے بھی آ جاتے تھے آپ۔ امتحانوں میں۔ میں ان سے جانے کیا اگلوانا چاہ رہی تھی۔

بھائی میاں سے آپ کی اتنی پکی دوستی ہے۔ پھر بھی ان سے ناراض ہیں۔۔۔ وہ تو بالکل ناراض نہیں ہیں۔

تو آیا کیوں نہیں۔۔ وہ؟ انہوں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

مجھ سے جواب نہ بن پڑا۔

صفو گڑیا دوستی تو آزمائشوں کے بعد ہی پتہ چلتی ہے۔ ایک دوسرے کی من پسند باتیں کرنا، خوش رہنا اور رکھنا ذہن ہم آہنگی۔ ضروری نہیں کہ یہ چیزیں دل میں بھی جگہ بنا لیں۔ مثال کے طور پر تم کہو کہ تمہیں نیلا رنگ پسند ہے اور یہ رنگ مجھے بھی پسند ہے۔ میں بیاختیار کہہ اٹھوں گا کہ مجھے بھی اور تم اپنی پسند کی قدر افزائی جانو گی۔ محترم سمجھو گی۔ اگر فان کلر پر میں تم سے اختلاف کروں تو تمہیں اپنی ہتک نہیں سمجھنا چاہیے کہ پسند اپنی اپنی ہے۔ یکساں پسند، ذہنی ہم آہنگی ہی دوست کی بنیاد نہیں۔ ایک دوسرے کی عزت کرنا، ایک دوسرے کی دل آزاری سے بچنا اور دوسرے کے احساسات کا خیال رکھنا۔ یہ چیزیں اٹوٹ دوستی کی بنیاد ہوتی ہیں۔ وہ ایک تسلسل سے بولے گئے۔

میں چپ بیٹھی رہ گئی جو کچھ انہوں نے کہا میں سمجھ گئی تھی۔

بھائی میاں کا بات بات پہ چھلانا۔ بلاوجہ کاٹ کھانے کو دوڑنا ذرا سی غلطی پر زمین آسمان ایک کرنا ان کے کام آ گیا۔ ابا جی نے تو امی جان سے کہہ دیا تھا کہ اب اس گھر میں کسی کا رشتہ نہیں کرنا۔ نواز بھی گھر کا بچہ ہے۔ خواہ مخواہ دل برے ہوں گے۔ جب امی جان نے ایک اور لڑکی

سامنے رکھی تو بھائی میاں نہایت بیزاری سے بولے۔

امی جان نہیں کرنی مجھے شادی وادی۔کوئی ضروری ہے کیا؟ آئندہ اس قسم کا تذکرہ بھی مت کیجیے گا میرے سامنے۔

امی کیا سب سمجھ رہے تھے کہ وجہ کیا ہے۔

فردوس بجیا کہ انہوں نے ہمیشہ بڑی بہنوں کا سا احساس دیا۔انہوں نے ہی ابا جی سے جانے کیا باتیں کیں۔وہ بولے۔

نواز میرے لیے عثمان جیسا ہے۔فردوس بیٹا نواز سے کہو اگر وہ ناراض نہیں ہے تو گھر آ۔تب ہی میں تم لوگوں کی بات مانوں گا۔

شام کو چھوٹے ماموں فردوس بجیا کے ہمراہ چلے آ،گرے قمیض شلوار نکھری نکھری سفید اسفنج کی چپلوں میں وہ پہلے جیسے چھوٹے ماموں نہیں تھے۔چپ چاپ بے معنی سی مسکراہٹ سجا۔۔۔

بھائی میاں اوپر سے نہیں اترے حالانکہ میں چائے دینے کے بہانے انہیں جتا آئی تھی کہ چھوٹے ماموں نیچے بیٹھے ہیں۔خدا معلوم جھجک رہے تھے یا۔۔۔

البتہ چھوٹے ماموں نے قطعی نہیں پوچھا کہ عثمان کہاں ہے؟

جیسا کہ میں نے کہا کہ ان کا جھلانا چیخنا کام آ گیا پھر زیادہ مزاحمت نہیں ہوئی۔ہم خالہ صاحبہ، امی جان،ابا جان،فردوس باجی باقاعدہ رشتہ لے کر گئے۔اپنے دونوں بھائیوں کا۔

پارو کی امی اور پاپا نے ایک ماہ بعد جواب دینے کو کہا۔امید قوی تھی کیونکہ وہ ہم ذات وہ ہم پلہ تھے۔پھر رشتے بھی ڈاکٹر،انجینئر کے۔۔۔اور۔۔سال ڈیڑھ سال کی ہمہ وقتی پرکھ تھی۔

ادھر ہاں ہوئی ادھر ہم نے آفت اتاردی کہ نزدیکی تاریخ دیں۔

ہمارے گھر میں ہنگامے اترآ۔بریاں تیار ہو رہی تھیں۔بازاروں کے چکر،گانوں کا ذخیرہ،جن جن سہیلیوں کے بھائیوں کی شادیاں ہوئی تھیں۔ان کے ہاں سے سب گانوں کا ذخیرہ سمیٹ لا۔دلہنیں بھی سامنے ہی تھیں۔میں اور ملیحہ منٹ میں ادھر منٹ میں ادھر۔ہمارے گھستے ہی وہاں شور مچ جاتا۔

نندیں آ گئی ہیں۔چھپا دو۔۔۔چھپ جاؤ۔۔دروازہ بند کر دو۔خوب اہم شخصیات بن گ۔

ان دنوں ہم لوگ خوب دلچسپ ہنگامے تھے،

مایوں کی رسم کے دن جب دونوں بھائیوں کو برآمدے میں کھینچ کر لایا گیا۔بس سے غیر حالت ہمارے مولوی بھیا کی تھی۔

اے بھئی،ان خواتین کی رسموں میں ہمارا کیا کام۔۔۔؟وہ بوکھلا۔

اجی واہ خواتین اپنی بھی رسمیں بھگتائیں اور آپ کی بھی۔فردوس بجیا لال دوپٹہ کھولتے ہو ہنسیں۔۔کتنے نفلوں کا ثواب۔۔۔؟وہ پھر ہنسیں۔

بھائی میاں تو اپنی فطرت کے مطابق خوب شوخ ہو رہے تھے۔مگر چھوٹے بھائی کی ہتھیلی پر مہندی رکھی جانے لگی تو وہ ہاتھ جھٹک کر بولے۔

کیا واہیات شے ہے۔یہ خواتین کے لیے ہے۔

جی ہاں۔۔۔ جتنی بھی دنیا میں ناپسندیدہ چیزیں ہیں سب خواتین کے لئے ۔ خالہ صاحبہ انہیں دبوچتے ہو بولیں۔ارے بیٹا ایک منٹ کی بات ہے۔اتنی آسانی سے سہرے تک رسائی نہ ہوگی۔

ادھر جا کر دیکھو۔۔۔سارہ کا تو برا حال ہوگیا ہے۔

جی۔۔؟ چھوٹے بھائی بری طرح بوکھلا۔

جی۔۔ابٹن مل کے۔خالہ بولیں چھوٹے بھائی بری طرح جھینپ گئے۔قہقہوں سے شیڈ اڑتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

بھائی میاں نے خوب خوب حصہ لیا۔مگر چھوٹے بھائی جلد ہی رسیاں تڑا کر بھاگے۔

بارات سے ایک روز قبل جب دونوں کے ابٹن ملنے کا ارادہ کیا۔۔۔اور ان کے کمرے میں پہنچے تو وہ جم غفیر کو دیکھ کر گویا ہو۔

اس خوفناک شے کو میرے پاس بھی نہ لایے گا۔ میں نے شادی کے لیے ہاں کی تھی کھال کھنچوانے کے لئے نہیں۔انہوں نے برش اٹھا کر بالوں میں پھیرا۔اچھا بھلا اجلا رنگ ہے۔اور وہ مجھے اسی روپ میں پسند کر چکی ہے۔

چھوٹے بھائی جو کوچ میں سہے دبکے دھنسے ہوتے۔وہ جانتے تھے کہ اب طوفان کا رخ ان کی جانب ہوگا۔بوکھلا کر بولے۔

مجھے بھی۔۔۔

ہائیں۔تمہیں بھی پارو نے پسند کرلیا۔پھر سارہ کا کیا کریں۔۔۔؟فردوس باجی مصنوعی پریشانی سے بولیں۔تو چھوٹے بھائی ٹپٹا کر رہ گ ے۔ہم ہنس ہنس کر بیحال ہوگئے۔اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر باہر آ گ ے۔

چھوٹے ماموں کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کہاں ہیں۔خالہ صاحبہ سے پوچھا تو ایک ہی جواب آج ضرور آ گا۔کل کام تھا۔ مجھے اپنے بھائی میاں سخت خودغرض محسوس ہوتے۔اپنی خوشیوں میں بالکل گم ہوگئے تھے۔جب بھائی میاں اور چھوٹے بھائی بن سنور کر سہرابندی کی رسم کے لیے کھڑے ہوتو چھوٹے ماموں براؤن تھری پیس سوٹ میں خوبصورت بالوں کا دلکش اسٹائل بھرپور چال کے ساتھ ہار لیے بھانجوں کی سمت بڑھے۔۔۔میں بھائی میاں کے بازو سے چپکی کھڑی تھی۔

چھوٹے بھائی کے گلے میں ہار ڈال کر وہ بھائی میاں کی سمت بڑھے۔

یار میں تو منتظر تھا کہ میرا یار مجھے اپنی خوشی میں خصوصیت سے،اصرار سے مدعو کرے گا۔مگر میرا یار تو بہت کینہ پرور نکلا۔ماموں تو اسے یاد ہی نہیں آیا۔

ان کے منہ سے اتنا سن کر بھائی میاں کی ہچکچ وخفت مٹ گئی۔انہوں نے ماموں کو زور سے لپٹا لیا۔دونوں کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔میرے دل کو پراطمینان سچی مسرت حاصل ہوگئی۔بلکہ سب ہی مطمئن ہوگئے۔امی جان نے بیٹوں کے بجا پہلے ماموں کا چہرہ تھام کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔بعد میں بیٹوں کو۔

دو دو بھابیاں گھر میں کیا آ ئیں۔میرے تو گویا حواس معطل ہوگ ے۔ بھابیاں بھی وہ کہ

نگاہ نہ ٹھہرے۔ عورتیں مارے رشک کے دیکھتی رہ گئیں۔ پارو بھابھی تو ہمارے گھر آ کر بھی گھٹ گھٹ کر روتی رہیں۔ امی جان نے پارو بھابھی کو گلے سے لگایا۔

بیٹا کون سا دور ہو میکے سے؟ کیوں جان ہلکان کرتی ہو؟ روتے نہیں بیٹا شاباش

میری امی، مشفق و محترم۔ اکہرے بدن کی گوری گوری، سیاہ زیادہ سفید کم بالوں کی چوٹی، بسنتی سادہ ساڑی میں پتلے پتلے گلابی ہونٹوں سے چہکارتی ہوئی۔ مجھے پارو بھابھی و سارہ بھابھی پر رشک آیا جنہیں میری امی جیسی ساس ملی۔

میں اور ملیحہ تو ازحد مصروف ہو گئے۔ ہر صبح ہر شام بھابیاں سنوارا کرتے۔ بھائیوں کو چھیڑا کرتے۔ چھوٹے بھائی گھریلو اتار چڑھاؤ پر یکساں مزاج رکھتے ہیں۔ نہ خوشیوں پر اچھلتے ہیں نہ رنج پر روتے ہیں۔ میں سارہ بھابھی کو تیار کر کے ان کے سامنے لاتی تو وہ مارے بہنوں کے لحاظ کے ایک وارفتہ سی نظر بھی نہ ڈالتے۔ البتہ بھائی میاں ہواؤں میں اڑ رہے تھے۔ اب تو انہیں یہ بھی یاد نہیں رہتا تھا کہ مجھے کالج سے پک کرنا ہے۔ چھوٹے ماموں آیا نہیں۔ آخر انہیں ان کی پسند ملی تھی۔ کیوں نہ سرشار ہوتے۔ خوب دعوتیں ہونے لگیں۔ ہم طفیلیوں میں شامل تھے۔ عجیب ہنگامہ پرور دن ہو چلے تھے۔

شادی کے دو ماہ بعد ہی عید آ گئی۔ امی جان نے گھر سنبھالا میں نے بھاوجوں کو سنوارہ۔ دونوں نے میرون ساڑھیاں باندھیں۔ میں نے نیچ بیٹھ کر ان کی میرون سینڈلوں کے فیتے کسے وہ بھی تو مجھے بیانتہا چاہتی تھیں۔ ہلکا سا زیور پہنایا۔ میک اپ کیا۔ اف وہ میری بھابیاں کم، کوہ قاف کی پریاں زیادہ لگ رہی تھیں۔ مگر ایک بات تھی۔ بڑی بھابھی ازحد کم گو ہو گئی تھیں۔ میرے سنوارتے ہاتھوں کو روک کر بس بھی کہہ دیا کرتی تھیں۔ مگر چھوٹی بھابھی اپنی ہنس مکھ طبیعت کے باوصف پوری کی پوری ہمارے نرغے میں ہوتی تھیں۔ مجھے سنجیدگی سے میک اپ کرتے دیکھ کر کئی مرتبہ کھلکھلا اٹھتی تھیں۔

اللہ۔ صفو تو تو مجھے پوری مسرت شاہین بنا کر چھوڑے گی۔ رات تیرے چھوٹے بھائی کہہ رہے تھے کہ یہ صفو سارا دن تمہارے منہ پر کوچیاں ہی پھیرتی رہتی ہے یا کوئی دوسرا کام بھی کرتی ہے۔۔۔

ہائیں۔۔۔ میں نے سخت برا مان کر کھٹاک سے فیس پاؤڈر کی ڈبیہ بند کی۔ گویا کہ میری اتنی محنت ان کے نزدیک کوچیاں پھیرنے کے مترادف تھی۔

چھوٹی بھابھی میرا بگڑا ہوا منہ دیکھ کر کھلکھلا اٹھیں۔ پگلی وہ تم مذاق کرتے ہیں۔

دو ماہ تک تو میں نے اپنی بھابیوں کو گلاس تک اٹھانے نہ دیا۔ میں نے بھابیوں کو اتنی چاہت دی تھی۔ اتنا آرام دیا تھا۔ دونوں مجھے بھی بیانتہا چاہنے لگی تھیں۔ گرویدہ ہو گئی تھیں۔ ملیحہ تو بس پڑھائی ہی میں لگی رہتی تھی۔

کھانے کی میز پر میں نہ پہنچتی تو دونوں میں سے ایک مجھے ڈھونڈنے کھڑی ہو جاتی۔ مجھے یاد ہے انہی دنوں مجھے سخت بخار ہو گیا تھا۔ جس طرح دونوں نے میری تیمارداری کی تھی۔ مجھے اپنے مقدر پر رشک آ گیا تھا کہ قدرت نے مجھے آئیڈیل بھابیوں سے نوازا ہے۔

انہیں دنوں چھوٹے ملکوں برلن چلے گئے۔ میرے اندر کچھ ٹوٹ سا گیا۔ بلاشبہ مجھے اپنے

چھوٹے ماموں بہت پیارے ہیں۔شادی کے بعد بھائی میاں کے کپڑے پھنسے پھنسے لگنے لگے۔ان کا وزن بڑھ گیا تھا۔پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئے تھے۔چھوٹے بھائی کے چہرے پر بھی ایک مبہوت کر دینے والا نکھار آ گیا تھا۔میں امی سے کہا کرتی امی بھائیوں کی نظر اتار دیا کریں۔بھابیاں ہنس پڑتیں۔

واہ بڑے حسین ہیں تمہارے بھائی۔صفو

محبت کے مقدر میں سکون نہیں ہے۔

محبت کے مقدر میں ٹھہراؤ نہیں ہے۔

باطنی جذبے چودھویں کے چاند کی طرح محبت کے جوار بھاٹے کا سبب بنتے ہیں۔

جہاں قرار ہے وہاں محبت نہیں۔یعنی سیدھے سبھاؤ گزارا ہے۔

خالق کائنات ہی ذات لازوال و باکمال ہے۔

اور کسی کو کمال حاصل نہیں۔میری خوشیوں و مسرتوں کو بھی کمال نہیں۔

محبت وہی تو نہیں جو عورت و مرد کے چاہنے کا نام ہو۔

محبت۔ہاں جیسے میں چھوٹے ماموں سے کرتی ہوں۔

جیسے میں باپ بھائی، بھابیوں سے کرتی ہوں۔ملیحہ سے کرتی ہوں۔

ایک شخص جو سب کو پیارا ہو اگر چوٹ دے تو سب ہی چاہنے والوں کو لگے گی۔سب محبت کرنے والوں کو ان کا انجام یعنی ایک لرزتا کانپتا آنسو ملا کرے گا۔کوئی گرا دے کوئی چھپا لے،

امی جان کے سامنے جانے کیا ذکر ہوا تو بولی تھیں۔

بیٹا باکمال صرف خدا تعالیٰ ہے۔انسان خوشیوں اور کامیابیوں پر کتنا گھمنڈی ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی نہ کوئی کمی موجود رہتی ہے۔یہ کمی ہی تو خدا کی موجودگی کا احساس ہوتی ہے۔ خدا کی خاموش آواز ہوتی ہے کہ اے بندے اگر تجھے سب کچھ اپنی کوششوں کے بل بوتے پر ملا ہے۔اپنی ذات کے عروج و رفعت کا تو خود ذمہ دار ہے۔تو یہ باقی بچی ہوئی کمی پوری کر کے تو مکمل کیوں نہیں ہو جاتا؟

امی کے یہی الفاظ میری ڈھارس کا سبب ہیں۔

میں انسان ہوں۔میری ذات سے منسوب کسی چیز کو کمال نہیں۔

مجھے گئے دنوں کی طرح مصروف رہنا چاہیے۔

مجھے اسی طرح ہنسنا چاہیے۔

ہوا یہ کہ آج پارو بھابھی کی بچی سگی سکھی آئیں۔

میں ہمیشہ کی طرح چا بنا کر لے کر گئی۔وہ بیڈروم ہی میں تھیں۔میں ٹرے سے پردہ کھسکا کر اندر جانا چاہتی تھی کہ آواز آئی۔

پارو تو تو خوب خوش و مگن نظر آتی ہے۔اور وہ بیچارہ دیواروں سے سر پھوڑتا ہے۔

ہونہہ۔۔۔خوش۔۔۔ساجدہ سب کچھ دولت و خوبصورتی نہیں ہوتی۔کیا بتاؤں میں نے کتنی

مشکلوں سے خود کو ایڈجسٹ کیا ہے۔میری روح اداکاری کرتے کرتے تھک گئی ہے۔سجو۔۔۔

وہ مہینے بھر کا وقفہ جو جواب دینے کے لیے مقرر تھا۔اس وقفے میں ہمارے گھر میں کیا کچھ نہ ہوا۔قسم سے میں نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔اور وسیم کا بتا دیا تھا۔پاپا خوب گرجے۔۔۔کہنے لگے مجھے گولی مار دیں گے۔خود پھانسی چڑھ جائیں گے۔مگر اس کنگلے مصور کو میرا رشتہ نہیں دیں گے۔اور پھر ان لوگوں نے بھی آفت اتار دی تھی۔کسی کو بھی زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔سجو۔۔۔وہ تباہ ہو جاتا گا۔اسے کہنا میں سب کچھ بھول چکی ہوں۔۔۔۔بہت خوش ہوں۔۔۔

ان کی آواز بھرا گئی۔۔دونوں کی پشت میری طرف تھی۔میں آدھے پردے میں الجھی کھڑی تھی۔ٹرے میں ہاتھ میں کانپی برتن بج اٹھے۔میرے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔میں متوحش سی کھڑی تھی۔بھابھی نے گھبرا کر میری شکل دیکھی۔وہ سال بھر میں صفو شناس ہو چکی تھیں۔ٹوٹی آواز میں بولیں۔

چا۔۔چائے لے آئیں۔۔بہت بہت شکریہ۔۔دیکھا سجو میری نند کتنی پیاری ہے۔۔؟سجو مسکرا کر سر ہلا کر اخبار دیکھنے لگیں۔

میرے چہرے پر غیر ارادی سکوت و جمود تھا۔

آپ بھابی کی شادی میں شریک نہیں تھیں؟میں نے پوچھا۔

میں پنڈی میں تھی۔میرے بیٹے کی حالت خراب تھی۔اس لیے باوجود کوشش کے آنہ سکی۔جس کا مجھے افسوس ہے۔

میں نے دل میں کہا۔آپ سے زیادہ مجھے افسوس ہے کم از کم یہ باتیں جب ہی ہو جاتیں۔بھرم رہ جاتے۔

اور اب۔۔میری چپ سے بھابی ہولا کرتی ہیں۔

میرا دل پھوٹ پھوٹ کر رونے کو چاہتا ہے۔۔مجھے بھائی میاں اور چھوٹے ماموں کی دانت کاٹی دوستی یاد آتی ہے۔اپنے ماموں کے بے فکرے شوخ و شنگ قہقہے یاد آتے ہیں۔۔۔آرہے ہیں۔

بھابھی متوحش نظروں سے مجھے دیکھا کرتی ہیں۔وہ سب سمجھ رہی ہیں۔میری تمام کیفیات۔۔ان کی حالت خانہ جنگی کے ستائے ہوئے فرمانروا کی سی ہے۔جس کے خلاف تختہ الٹنے کی سازش کی گئی ہو۔اور وہ سازش پکڑی گئی ہو۔وہ بادشاہ جو سکون سے حکومت کر رہا تھا۔احتیاط کرنے لگا ہو۔جسے غداروں کا دھڑکا لگ گیا ہو۔

میری اچھی بھابھی لوگ سچ کہتے ہیں۔نندوں کی زبانیں ڈھائی ہاتھ کی ہوتی ہیں۔مگر میری پیاری بھابھی مجھے اپنے گھر کی خوشیاں و سکون بہت عزیز ہے۔ہمارا خاندان امن پسندوں کا ہے۔میرے چھوٹے ماموں کی مثال سامنے ہے۔مہینے دو مہینے۔۔۔سال۔۔۔دو سال گزریں گے۔آپ کا اعصابی دباؤ خود بخود ختم ہو جاتا گا۔آپ کو مجھ سے غداری کا دھڑکا ہے ناں۔۔مگر۔۔میں غدار نہیں ہوں۔۔۔

اختتام--------------------The End